

ابوعبداللہ صام

# قدم بوسی کی شرعی حیثیت

تعظیم کی نیت سے کسی کے پاؤں چومنا ناجائز اور غیر مشروع عمل ہے۔ بعض لوگ کچھ روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومتے تھے، لیکن ان میں سے کوئی روایت بھی پایہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس پر سہاگہ یہ کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے تین بہترین ادوار میں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں، ان کا مختصر تحقیقی تجزیہ پیش خدمت ہے:

## روایت نمبر ① :

سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر نو آیاتِ بینات کے متعلق سوال کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دے دیے، تو:

فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرَجَلَيْهِ

”انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 4/239، 240، سنن الترمذی : 2733، السنن الكبرى للنسائي :

3527، سنن ابن ماجہ : 3705، مختصرًا)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . ”یہ حدیث صحیح ہے۔“

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، لَا نَعْرِفُ لَهُ عِلَّةً بِوَجْهِ مِنَ الْوُجُوهِ .  
 ”یہ حدیث صحیح ہے۔ ہمیں اس میں کسی بھی قسم کی کوئی علت معلوم نہیں ہوئی۔“

(المستدرک علی الصحیحین: 15/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

## تجزیہ :

یہ حدیث ”منکر“ ہے۔ اس کا راوی عبد اللہ بن سلمہ اگرچہ ”حسن الحدیث“ ہے، لیکن آخری عمر میں اس کے حافظے میں خرابی پیدا ہو گئی تھی، جیسا کہ:

اس کے شاگرد عمرو بن مرہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَمَةَ قَدْ كَبِرَ، وَكَانَ يُحَدِّثُنَا، فَنَعْرِفُ وَنُنْكِرُ .  
 ”عبد اللہ بن سلمہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ وہ ہمیں بیان کرتے تو ہمیں ان سے کچھ معروف اور کچھ منکر حدیثیں ملتی ہیں۔“

(مسند علی بن الجعد: 66، العلل ومعرفۃ الرجال للإمام أحمد بروایۃ ابنه عبد اللہ :

1824، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی: 1920، واللفظ لہ)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَعْرِفُ وَتُنْكِرُ .

”یہ معروف اور منکر دونوں قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 74/5)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يُتَابَعُ فِي حَدِيثِهِ .

”فقہ راوی اس کی روایات کی متابعت نہیں کرتے۔“ (التاریخ الكبير: 99/5)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ”منکر“ کہا ہے۔

(السنن الكبرى: 3527)

سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (701-774ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ حَدِيثٌ مُشْكِلٌ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَمَةَ فِي حِفْظِهِ شَيْءٌ، وَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَلَعَلَّهُ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ التَّسْعُ الْآيَاتُ بِالْعَشْرِ الْكَلِمَاتِ، فَإِنَّهَا وَصَايَا فِي التَّوْرَةِ، لَا تَعْلُقُ لَهَا بِقِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَى فِرْعَوْنَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ!

”اس حدیث میں اشکال ہے۔ عبد اللہ بن سلمہ کے حافظے میں کچھ خرابی تھی، محدثین کرام نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کو نو آیات اور دس کلمات میں اشتباہ ہو گیا ہو، کیونکہ دس کلمات تو تورات میں وصیت کی صورت میں ہیں، ان کا فرعون کے خلاف دلیل بننے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔“

(تفسیر ابن کثیر: 124/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، عبد اللہ بن سلمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ، تَغَيَّرَ حِفْظُهُ.

”یہ سچا راوی تھا، لیکن اس کے حافظے میں خرابی واقع ہو گئی تھی۔“

(تقریب التہذیب: 3364)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ الْحَافِظَ، وَيَسْأَلُهُ مُحَمَّدٌ

بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: لِمَ تَرَكََا حَدِيثَ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ أَصْلًا،  
فَقَالَ: لِفَسَادِ الطَّرِيقِ إِلَيْهِ.

”میں نے امام ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب الحافظ کو سنا، ان سے محمد بن عبید اللہ یہ سوال کر رہے تھے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے سیدنا صفوان بن عسال رحمہما اللہ کی طرف منسوب حدیث کو بالکل ہی کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اس پر انہوں نے فرمایا: کیونکہ اس کی سند خراب تھی۔“ (المستدرک علی الصحیحین: 15/1)

اس کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ کی توجیہ صحیح نہیں۔

مذکورہ بحث کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن سلمہ کی جس حدیث کو محدثین کرام ”منکر“ قرار دیں گے، وہ ”ضعیف“ ہوگی اور باقی ”حسن“ ہوں گی۔

## روایت نمبر ۲ :

صحابی رسول، سیدنا زارع بن عامر رحمہ اللہ، جو وفد عبد القیس میں شامل تھے، ان کی طرف منسوب ہے کہ:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَّاحِلِنَا، فَتَقَبَّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَلَهُ.

”جب ہم مدینہ منورہ پہنچے، تو ہم جلدی کرتے ہوئے اپنے کجاووں سے نکلے اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔“

(سنن أبي داود: 5225، القبل والمعانقة والمصافحة لابن الأعرابي: 41، الأدب

المفرد للبخاري: 975)

## تجزیہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کو بیان کرنے والی راویہ ام ابان بنت وازع کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی، لہذا حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ:

رَوَتْ --- حَدِيثًا حَسَنًا، سَاقَتْهُ بِتَمَامِهِ وَطُولِهِ سِيَاقَةً حَسَنَةً .

”ام ابان نے ایک حسن حدیث روایت کی ہے۔ اس نے اس حدیث کو مکمل اور طول کے ساتھ اچھا بیان کیا ہے۔“ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب : 80/4)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ام ابان کو ”مجهولات“ میں شمار کیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 611/4)

### روایت نمبر ③ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں یقیناً مسلمان ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں، جس سے میرا ایمان بڑھ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: آپ اس درخت کو بلائیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس اپنی جگہ جانے کا کہا، تو وہ چلا گیا، تب اس دیہاتی نے کہا:

إِنِّدُنْ لِي أَنْ أَقْبَلَ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ .

”مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے سر اور دونوں پاؤں مبارک کو چوموں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی، تو اس نے ایسا کر لیا۔

(مسند الدارمی : 1472، القبل لابن الأعرابي : 42، تقبيل اليد لأبي بكر بن المقرئ :

5، المستدرک علی الصحیحین للحاکم : 172/4، دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني : 291)

**تجزیہ :**

یہ روایت ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی صالح بن حیان قرشی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

✽ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح الاسناد“ کہا، تو اس کے رد میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

بَلْ وَاهٍ ، وَفِي إِسْنَادِهِ صَالِحُ بْنُ حَيَّانٍ مَتْرُوكٌ .

”یہ ضعیف روایت ہے، اس کی سند میں صالح بن حیان راوی متروک ہے۔“

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(تقریب التہذیب: 2851)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی ”ضعیف“ ہی کہا ہے۔

(تاریخ ابن معین بروایۃ الدارمی: ص: 134، ت: 434)

✽ امام نسائی رحمہ اللہ اسے غیر ثقہ کہتے ہیں۔ (الضعفاء والمتروکون: 295)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

”اس کی بیان کردہ اکثر روایات غیر محفوظ (منکر) ہیں۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: 4/55)

✽ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں ”فیہ نظر“ فرمایا ہے۔

(التاریخ الکبیر: 4/275)

✽ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”لیس بالقوی“ قرار دیا ہے۔

(الضعفاء والمتروکون: 289)

✽ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 4/398)

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

يُرْوَى عَنِ الثَّقَاتِ أَشْيَاءَ لَا تُشَبِّهُ حَدِيثَ الثَّابِتِ، لَا يُعْجِبُنِي  
الِاحْتِجَاجُ بِهِ إِذَا انفَرَدَ.

”یہ ثقہ راویوں سے منسوب کر کے ایسی روایات نقل کرتا ہے، جو ثقہ راویوں کی  
احادیث سے میل نہیں کھاتیں۔ مجھے اس حدیث سے استدلال کرنا پسند نہیں، جس  
کے بیان کرنے میں یہ منفرد ہو۔“ (المجروحین: 369/1)

✽ امام حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لَهُ أَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ.

”اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں۔“ (تہذیب التہذیب لابن حجر: 387/4)

✽ امام عجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

جَائِزُ الْحَدِيثِ، يَكْتَبُ الْحَدِيثُ، وَلَيْسَ بِالْقَوِيٍّ، وَهُوَ فِي إِعْدَادِ  
الشُّيُوخِ.

”یہ جائز الحدیث ہے، اس کی حدیث لکھ لی جائے گی، مگر یہ قوی نہیں۔ اس کا شمار  
شیوخ میں ہوتا ہے۔“ (تاریخ العجمی: 225)

✽ حافظ پیشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَلَمْ يُوثِّقْهُ أَحَدٌ.

”یہ ضعیف راوی ہے، اسے کسی ایک محدث نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا۔“

(مجمع الزوائد: 105/1)

روایت نمبر ④ :

سیدنا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:  
 اَتَى، فَقَبِلَ قَدَمَيْهِ .

”وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں کو چوم لیا۔“

(الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري: 14، المعجم لأبي يعلى الموصلي: 89)

## تجزیہ :

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① ام یثیم بنت عبد الرحمن بن فضالہ، سعدیہ کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

②، ③ اسی طرح ابو عبد الرحمن بن فضالہ اور ابو فضالہ بن عبد اللہ وغیرہ کی بھی توثیق

درکار ہے۔

## روایت نمبر ⑤ :

ابو بردہ، یسار، مولیٰ عبد اللہ بن سائب مخزومی سے مروی ہے:

دَخَلْتُ مَعَ مَوْلَايَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلْتُ رَأْسَهُ وَيَدَهُ وَرَجْلَهُ .

”میں اپنے مولیٰ عبد اللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر، ہاتھ اور پاؤں مبارک

چوم لیا۔“ (الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري: 24)

## تجزیہ :

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:



① ابوالحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن قاسم ”ضعیف“ ہے۔

اس کی بیان کردہ ایک حدیث کو ”منکر“ قرار دیتے ہوئے امام ابو حاتم رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، وَلَكَسْتُ أَحَدْتُ عَنْهُ .

”اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ میں اس سے حدیث روایت نہیں کرتا۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 71/2)

✽ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، يُوصَلُ الْأَحَادِيثُ .

”اس کی احادیث منکر ہیں۔ یہ مرسل احادیث کو موصول بیان کرتا تھا۔“

(الضعفاء الكبير: 71/2)

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

مَا هَذَا الْحَدِيثُ بِبَعِيدٍ مِنَ الْوَضْعِ .

”کوئی بعید نہیں کہ یہ حدیث کسی کی گھڑنت ہی ہو۔“

(تاریخ الإسلام: 1096/5، طبعة بشار)

② احمد کے باپ محمد بن عبد اللہ بن قاسم کے حالات نہیں مل سکے۔

③ احمد کے دادا عبد اللہ بن قاسم کی توثیق نہیں ملی۔

**روایت نمبر ⑥ :**

مشہور مفسر، امام، اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابوبکریم، سدی، تابعی رحمہ اللہ (م: 127 ھ)

سورہ مائدہ کی آیت 111 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ جواب میں آپ ﷺ

نے فرمایا: فلاں۔ اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور آپ کا پاؤں مبارک چوم لیا۔“

(تفسیر الطبری: 17/9، طبعہ ہجر، 102/11، ح: 12801، طبعہ شاکر)

## تجزیہ :

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہذا یہ روایت ”مرسل“ ہے، جو کہ ”ضعیف“ حدیث کی ایک قسم ہے۔

## روایت نمبر ④ :

صہیب مولیٰ عباس کا بیان ہے :

رَأَيْتُ عَلِيًّا يَقْبِلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلَيْهِ، وَيَقُولُ: يَا عَمَّ! اَرْضَ عَنِّي .  
”میں نے دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور دونوں پاؤں کو چومتے ہوئے کہہ رہے تھے: چچا جان! مجھ سے راضی ہو جائیے۔“

(الأدب المفرد للبخاري : 976، الرخصة في تقبيل اليد لابن المقري : 15، تاريخ

دمشق لابن عساكر : 372/26)

## تجزیہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ صہیب مولیٰ عباس کی سوائے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (الثقات : 381/4) کے کسی نے توثیق نہیں کی، لہذا یہ ”مجهول الحال“ ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَصَهَيْبٌ لَا أَعْرِفُهُ .

”صہیب کو میں نہیں جانتا۔“ (سير أعلام النبلاء : 94/2)

لہذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب: 2955) کا اسے ”صدوق“ کہنا صحیح نہ ہوا۔

## روایت نمبر ⑧ :

بیان کیا جاتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:  
دَعْنِي حَتَّى أَقْبَلَ رَجُلِيكَ .

”مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے دونوں پاؤں کو چوم لوں۔“

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 68/52، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد لابن نقطة: 331)

## تجزیہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ ابونصر احمد بن حسن بن احمد بن حمویہ، وراق کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔

اس کی ایک دوسری سند تاریخ بغداد (3/102، 103) اور تاریخ دمشق (68/52) میں آتی ہے۔ وہ بھی ”ضعیف“ ہے۔ اس کے راوی ابونصر احمد بن محمد، وراق کی توثیق نہیں مل سکی۔

## اصول محدثین اور بریلوی مذهب :

قدم بوسی کے متعلق روایات کا محدثین کرام کے اصولوں کے مطابق جائزہ لینے کے بعد معلوم ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے کچھ بھی ثابت نہیں۔ سلف صالحین سے بھی باسند صحیح اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ لہذا اولیا و صالحین کے پاؤں چومنا جائز نہیں۔ اس سب کے باوجود :

بریلوی مفتی، احمد یار خان، نعیمی، گجراتی (1324-1391ھ) لکھتے ہیں :

”اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اس طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔ احادیث اور عمل صحابہ کرام

سے ثابت ہے، لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔“ (”جاء الحق“: 368/1)

اولیاء اللہ کے ہاتھ چومنا جائز ہے اور اسے بھی عبادت نہیں بنانا چاہیے۔ رہا پاؤں چومنا، تو اس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہو سکا، چہ جائیکہ مستحب ہو! باقی جہاں تک تبرکات کی بات ہے، تو وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین جیسے کبار صحابہ کرام کی چھوڑی ہوئی چیزوں کو کسی صحابی یا تابعی نے تبرک نہیں بنایا۔ بعد کے بزرگوں کے خود ساختہ تبرکات کو چومنا کیسے جائز ہوا؟

✿ جناب احمد یار خان، بریلوی مزید لکھتے ہیں:

”ان احادیث و محدثین و علما کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس، نعلین، بال غرضیکہ سارے تبرکات، اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن مجید، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے، بلکہ بزرگان دین کے بال و لباس و جمیع تبرکات کی تعظیم کرنا۔“ (”جاء الحق“: 399/1)

یہ سراسر غلو ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے آثار مبارکہ کے علاوہ کسی بھی ولی و صالح شخص کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، تو بوسہ دینا کیسے جائز ہوا؟ کعبہ معظمہ، قرآن مجید اور کتب احادیث کے اوراق کو چومنے پر کوئی دلیل شرعی نہیں، یہ غیر مشروع عمل ہے۔ اگر یہ کوئی نیک کام ہوتا، تو صحابہ و تابعین جیسے اسلاف امت اس سے کیونکر غافل رہتے؟

✿ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، تو فرمایا:

وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُكَ، مَا قَبَلْتُكَ.

”اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

(صحیح البخاری: 1597، صحیح مسلم: 1270)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا بوسہ شریعتِ اسلامیہ سے ثابت نہ ہو، اس کو بوسہ دینا ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

❁ اسی حدیث کی شرح میں شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ: فِيهِ كَرَاهِيَةٌ تَقِيلُ مَا لَمْ يَرَهُ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهِ.

”ہمارے شیخ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ) جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو بوسہ دینے کی تعلیم شریعت نے نہ دی ہو، اس کو بوسہ دینا مکروہ ہے۔“ (فتح الباری: 463/3)

❁ جناب احمد یار خان، نعیمی مزید لکھتے ہیں:

”متبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةً﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو: ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس، جو انبیائے کرام کی آرامگاہ ہے، اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔“ (”جاء الحق“: 368/1)

یہ قرآن کریم کی معنوی تحریف اور قبروں کے بارے میں غلو پر مبنی تحریر ہے۔ یہ قبہ اور آستانے ان لوگوں کی شکم پروری کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں شریعت کی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے۔

اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ جس جگہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہاں انبیاء کرام کی

قبریں ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ تم اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ کسی مسلمان مفسر نے قرآن کریم کی تفسیر میں ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

اس کے برعکس مفسرین کرام نے اس سجدہ کو سجدہ شکر قرار دیا ہے، جیسا کہ:

✽ مشہور سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (701-774ھ) فرماتے ہیں:

أَيُّ شُكْرًا لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى مَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفَتْحِ وَالنَّصْرِ، وَرَدَّ بَلَدَهُمْ إِلَيْهِمْ، وَانْقَادَهُمْ مِنَ التَّيِّهِ وَالضَّلَالِ.

”یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ اللہ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی، ان کو ان کا علاقہ واپس دے دیا اور ان کو پستی و گمراہی سے

نجات دی۔“ (تفسیر ابن کثیر: 247/1، طبعة المہدی)

اہل علم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بوسہ دینا اور اسے مس کرنا مکروہ اور بدعت خیال کیا ہے۔ جب سے تقلید آئی ہے، بدعات کی بھرمار ہو گئی ہے۔ مقلدین کو کوئی روک ٹوک نہیں، جسے چاہیں جواز کا درجہ دے دیں اور جسے چاہیں حرام قرار دے ڈالیں، کیونکہ انہیں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

## الحاصل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور میں قدم بوسی کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ یوں قدم بوسی اور زمین بوسی ناجائز اعمال و افعال ہیں۔

## زمین بوسی:

علماء و عظماء کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے:

وَكَذَا مَا يَفْعَلُونَهُ مِنْ تَقْيِيلِ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالْعُظَمَاءِ  
فَحَرَامٌ، وَالْفَاعِلُ وَالرَّاضِي بِهِ آثِمَانِ، لِأَنَّهُ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الْوَثَنِ، وَهَلْ  
يُكْفَرَانِ؟ عَلَى وَجْهِ الْعِبَادَةِ وَالتَّعْظِيمِ كُفْرٌ، وَإِنْ عَلَى وَجْهِ التَّحِيَّةِ  
لَا، وَصَارَ آثِمًا مَرَّتَيْنِ كَبِيرًا لِلْكَبِيرَةِ.

”اسی طرح جو علما و عظماء کے سامنے زمین بوسی کا عمل کیا جاتا ہے، یہ بھی حرام ہے۔  
اس کو کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا، دونوں گناہ گار ہیں، کیونکہ یہ بت  
پرستی کے مشابہ عمل ہے۔ کیا ایسا کرنے والے کو کافر کہا جائے گا؟ [اس میں تفصیل  
ہے]۔ اگر وہ عبادت اور تعظیم کی بنا پر ایسا کر رہا ہے، تو یہ عمل کفر ہے اور اگر بطور  
تحیہ ہے تو کفر نہیں، لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار، بلکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔“

(رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین : 383/6، تبیین الحقائق شرح کنز  
الدقائق للزلیعی : 25/6، مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر لشیخی زادہ : 542/2،  
البنایہ شرح الهدایہ للعینی الحنفی : 198/12)

❀ حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَتَقْيِيلُ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيِ الْعُلَمَاءِ وَالزُّهَادِ فَعْلُ الْجُهَالِ، وَالْفَاعِلُ  
وَالرَّاضِي آثِمَانِ.

”علما و زہاد کے سامنے زمین بوسی جاہلوں کا فعل ہے اور ایسا کرنے والا اور اس پر  
راضی ہونے والا، دونوں گناہ گار ہیں۔“ (فتاویٰ عالمگیری : 369/5)

❀ علامہ عینی حنفی اس کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الْوَثَنِ.

”کیونکہ یہ بتوں کی عبادت کے مشابہ ہے۔“ (البنایہ فی شرح الهدایہ : 198/12)

